خواتین اوران کی سماجی خدمات: اسلام اور قبل از اسلام

محمد ندیم اللہ

محمد فیصل ضیاء

شعبہ سماجی بہبود، جامعہ کراچی

اور

مصباح بی بی قریشی

انسٹیٹیوٹ آف ویمن ڈیولپمنٹ اسٹڈیز

جامعہ سندھ جامشورو

تلخیص مقالہ

اسلام سے قبل دنیا کی مختلف تہذیبوں اور معاشروں میں عورت کی حیثیت ومقام کا جائزہ لیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ عورت بہت مظلوم اور معاشرتی وسماجی عزت واحترام سے محروم تھی، اسے تمام برائیوں کا سبب اور قابل نفرت تصور کیا جاتا تھا، یونانی، رومی، ایرانی اور زمانہ جاہلیت کی تہذیبوں اور ثقافتوں میں عورت کو ثانوی حیثیت سے بھی کمتر درجہ دیا جاتا تھا، مگر عورت کی عظمت، احترام اور اس کی صحیح حیثیت کا واضح تصور اسلام کے علاوہ کہیں نظر نہیں آتا۔ اسلام نے عورت کو مختلف نظریات وتصورات کے محدود دائرے سے نکال کر بحیثیت انسان مرد کے یکساں درجہ دیا، اسلام کے علاوہ باقی تمام تہذیبوں نے خصوصاً مغرب جو آج عورت کی آزادی، عظمت اور معاشرے میں اس کو مقام ومنصب دلوانے کا سہرا اپنے سر باندھنا چاہتا ہے لیکن اس نے ہمیشہ عورت کے حقوق کو سلب کیا اور عورت کو اپنی محکومہ اور مملوکہ بنا کر رکھا یہی وجہ ہے کہ دنیا کی مختلف تہذیبوں، اقوام اور ممالک نے عورت کے لئے صدہا قانون بنائے مگر یہ قدرت کا کرشمہ ہے کہ عورت نے اسلام کے سوا اپنے حقوق کی کہیں داد نہ پائی۔ یونان جو تہذیب وثقافت میں اور فلسفے میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا تھا اور فلسفے میں آج بھی دنیا میں مشہور ہے اس کی تاریخ میں مرد نے عورت کو صرف اپنی نفسانی تسکین ومسرت کا ذریعہ اور آلہ کار سمجھا، یونیوں کے نزدیک عورت ''شجرۃ مسمومۃ'' ایک زہر آلود درخت اور ''رجس من عمل الشیطان'' کے مطابق عورت شیطان سے زیادہ ناپاک سمجھی جاتی تھی، ایک عام خیال یہ بھی تھا کہ وہ فطرتاً مرد سے زیادہ معیوب، حاسد، بدکردار، آوارہ اور بدگفتار ہوتی ہے۔

Abstract

The vast study and perusal of the social status and social contribution of women to a prosperous society reveals that before the emergence of Islam the status of women in society was just a scratch. They were behaved as if they were some sort of chattel. The birth of a daughter was condemned and the father of a daughter felt himself contemptible. The Romans believed that a woman is a shape of God's wrath. Till the end of sixteenth century The French did not believe that a woman, like a man, bears soul in the body. The Arabs used to bury their newly born daughter and they believed that the birth of a daughter is an indication that our gods are angry with us. The researcher concluded that the woman was not considered

even a human being. The Hindus used to burn or bury living wife with her deceased husband and they did not allow a widow to live in the society. The all ancient civilizations were indulged in this abominable act. On the emergence of Islam the woman, first time in human history, got her natural rights and social status. They started participation in social work as teachers, nurses and even started getting knowledge with equal opportunity as compared to men were privileged in the society. The contribution of women in the society was empowered by new Islamic vision. We find that their contribution, even in the battle-fields was marvelous and exuberant. The social status of a woman bestowed them to pay their duties independently as well as to demand their legal rights. The Islamic society founded by the Holly Prophet (s.a.w) gave freedom to women in the society.

روم کی عوام نے بھی یونانی فلسفہ سازوں کی پیروی کرتے ہوئے عورتوں کے معاملے میں یہ قانون سازی کی: عورت کے لئے کوئی روح نہیں بلکہ وہ عذاب کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔[۱]

دنیا کے قدیم ترین ممالک میں ہندوستانی معاشرہ بھی شامل ہے۔ ہندوؤں نے اس صنف نازک پر جس طرح مظالم روا رکھے ہیں اور اس کو جس طرح ذلیل وخوار کیا اس کی مثال مشکل سے ملتی ہے۔ ویدوں کے احکام کے مطابق عورتیں مذہبی کتاب کو چھو نہیں سکتیں، شوہر کے مرجانے کے بعد عورت کو معاشرے میں زندہ رہنے کا حق نہیں تھا اس کو بھی خاوند کے ساتھ زندہ جلا دیا جاتا تھا مصطفیٰ سباعی ویسٹر مارک (Westermark) کتاب "Waves of the History of Hindus" سے لکھتے ہیں کہ اگر کوئی عورت کسی متبرک بت کو چھولے تو اس بت کی الوہیت اور تقدس تباہ ہو جاتا ہے لہٰذا اس کو پھینک دینا چاہئیے۔

عورتوں کو محکومیت اور غلامی کا درجہ دیا گیا تھا، بعض فرقوں نے عورتوں کی یہاں تک بے عزتی کی ہے کہ نہ صرف یہ کہ بیوی اور ماں، بہن، بیٹی میں کوئی فرق باقی نہ رہ گیا تھا بلکہ وہ اس حرکت مذمومہ کو ذریعہ نجات تصور کرتے تھے، ہندوستان میں شوہر کی لاش کے ساتھ عورت کو بھی ستی ہونا پڑتا تھا یا پھر پوری زندگی ایک کال کوٹھڑی میں گزارنی پڑتی تھی جہاں وہ بھوکی پیاسی پڑی رہتی اور آخرکار وہ مر ہی جاتی۔[۲]

عرب جہالت اور درندگی میں بقیہ تمام تہذیبوں کو پیچھے چھوڑ گئے جہاں وہ اپنی نومولود لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے اور اس پر فخر کرتے تھے، جزیرہ عرب میں عورت کے لئے کوئی قابل ذکر حقوق نہ تھے، عورت کی حیثیت کو ماننا تو درکنار اس کو اس معاشرے میں زندہ بھی رہنے کا حق نہ تھا، معاشرے میں عورت کا مرتبہ ومقام ناپسندیدہ تھا، وہ مظلوم اور ستائی ہوئی تھی اور ہر قسم کی بڑائی اور فضیلت مردوں کے لئے تھی، اس میں عورتوں کا حصہ نہ تھا حتیٰ کہ عام معاملاتِ زندگی میں بھی مرد اچھی چیزیں خود رکھ لیتے اور بے کار چیزیں عورتوں کو دیتے۔[۳]

الغرض تمام تہذیبوں اور معاشروں نے کسی نہ کسی طور عورت کو کم تر ثابت کئے رکھا اور اسے مرد کی باندی اور غلام بنائے

رکھنے کے لئے ہر ممکن اقدامات کئے۔ مختصراً یونانی تہذیب سے لے کر روم، فارس، ہندوستان، یہودی اور عیسائی تہذیبوں نے عورت کو اس کے جائز حقوق سے محروم رکھا ہوا تھا اور اسے معاشرے میں اس کی حیثیت کے مطابق رتبہ اور مرتبہ نہیں دیا تھا۔

یورپ جو حقوق انسانی کا سب سے بڑا علمبردار بنتا ہے اس نے بھی عورتوں کے حقوق سلب کرنے میں دیگر تمام تہذیبوں کے شانہ بشانہ کام کیا جیسا کہ ۵۸۶ء میں یعنی آپ ﷺ کی ولادت کے ایک ہزار سال بعد فرانسیسیوں نے ایک کانفرنس اس مسئلہ کے حل کے لئے منعقد کی گئی کہ عورت میں روح ہے یا نہیں؟ اس کانفرنس میں شریک ایک پادری نے سوال اٹھایا کہ عورت کا شمار بنی نوع انسان میں ہے بھی یا نہیں؟ خود اس نے عورتوں کو انسانوں میں شامل کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار اس کانفرنس نے فیصلہ کیا کہ عورت صنف انسانی سے تعلق رکھتی ہے مگر صرف اس دنیاوی زندگی میں مرد کی خدمت کرنے کے لئے ہے اور قیامت کے روز تمام عورتیں غیر جنس جانداروں کی شکل میں ظاہر ہوں گی۔[۴]

اسی طرح کی عورتوں کے حقوق سلب کرنے کی دوسری مثال برطانیہ کے آٹھویں بادشاہ ہنری کے دور حکومت میں پیش آئی جس میں پارلیمنٹ نے یہ قانون پاس کیا کہ عورتوں کو انجیل پڑھنے کی آزادی نہیں ہے کیونکہ عورتوں کو برطانیہ جیسے مہذب معاشرے میں ناپاک تصور کیا جاتا تھا۔

عورتوں کے حقوق کی تنظیم کی سیکریٹری جنرل میشل اندرے یورپ میں عورتوں کی حالتِ زار سے متعلق کہتی ہیں:

عورتوں کی نسبت جانوروں سے زیادہ اچھا سلوک کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کتے کو سڑک پر کوئی زخمی کر دے تو اس کی رپورٹ درج کروائی جاتی ہے لیکن اگر کوئی مرد اپنی عورت کو سر عام سڑک پر مارے تو اس کے لئے کوئی قانون حرکت میں نہیں آتا گویا مغربی معاشرے میں ایک کتے کی حیثیت عورت کی حیثیت سے زیادہ ہے۔[۵]

اسلامی تہذیب و تمدن نے عورت کو عظیم مقام و مرتبہ دیا جس کی وہ مستحق تھی۔ یہ اسلام ہی کی تعلیمات تھیں کہ عربوں کی سرزمین پر محمد عربی ﷺ نے عورت کو بحیثیت ماں، بہن، بیوی، بیٹی اور بہو کے حقوق دلائے اور عورتوں کو بھی ان کے فرائض بطریق احسن سرانجام دینے کی تعلیم دی، اسلام کی آمد کے بعد سے دنیا میں آگاہی کے نئے در کھلے اور عورتوں سمیت دیگر پسے ہوئے طبقوں کے حقوق کی بازیابی کے لئے قانون سازی کی گئی مگر جس طرح سے اسلام نے عورتوں کے حقوق کے سلسلے میں قوانین وضع کئے ہیں مغربی معاشرے میں وہ مقام و مرتبہ اور حیثیت نہیں دے سکا جو اسلام نے پہلے دن سے عورتوں کے لئے مختص کر رکھی ہے۔

مغربی معاشرے میں عورت کے ساتھ ناروا سلوک کو دیکھتے ہوئے غیر مسلم مفکرین نے بھی نبی اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام میں عورتوں کے اعلیٰ وارفع مقام کی داد دی۔

ایک یورپی مفکرای بلائیڈن لکھتے ہیں: سچا اور اصلی اسلام جو محمد لے آئے ہیں اس نے طبقہ نسواں کو وہ حقوق عطاء کئے جو اس سے پہلے اس طبقہ کو پوری انسانی تاریخ میں نصیب نہیں ہوئے تھے۔[۶]

ای ڈرمنگھم آنحضور ﷺ کی تعلیمات کو سراہتے ہوئے اپنی کتاب میں کہتے ہیں: اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ محمد ﷺ کی تعلیمات نے عربوں کی زندگی بدل دی ان سے پہلے طبقہ نسواں کو کبھی وہ احترام حاصل نہیں ہوسکا تھا جو محمد ﷺ کی تعلیمات سے انہیں حاصل ہوا، جسم فروشی، عارضی شادیاں اور آزادانہ محبت ممنوع قرار دے دی گئیں، لونڈیاں اور کنیزیں جنہیں اس سے قبل محض اپنے آقاؤں کی دل بستگی کا سامان سمجھا جاتا تھا کو بھی حقوق مراعات سے نوازا گیا۔[۷]

بہرحال اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے عورتوں کو ہر اعتبار سے پورے پورے حقوق دیئے اوران کا شمار مخلوق میں بہترین انداز سے کروایا، اسلام کی آمد عورت کے لئے غلامی، ذلت اور ظلم واستحصال کے بندھنوں سے آزادی کا پیغام تھی، اسلام نے ان تمام قبیح رسوم کا قلع قمع کر دیا جو عورت کے انسانی وقار کے منافی تھیں اور عورت کو وہ حقوق عطاء کئے جس سے وہ معاشرے میں اس عزت وتکریم کی مستحق قرار پائی جس کے مستحق مرد ہیں۔

دینی سرگرمیوں کو عموماً معاشرتی سرگرمیاں سمجھا جاتا ہے لیکن اگر یہ سرگرمیاں حکومت کی شکل اختیار کر جائیں یا ان کا تعلق تدبیر اُمور سے ہو تو انہیں سیاسی سرگرمیوں سے تعبیر کیا جائے گا۔ جن واقعات کا تعلق دین کی جستجو، اس کی حوصلہ افزائی کرنے، نئے دین میں داخل ہونے، اس کی طرف دعوت دینے، اس کی خاطر مشکلات کا سامنا کرنے، وطن سے ہجرت کرنے، بیعت کرنے اور اس دین کے دفاع کی خاطر جہاد کرنے سے ہو، ان سب کو سیاسی سرگرمیاں سمجھا جائے گا۔ ان سرگرمیوں میں مرد کے ساتھ عورت کا اشتراک ایک فطری عمل ہے کیونکہ مرد عورت کا زوج ہے اور عورت مرد کی زوج۔ اللہ کی مشیت اور فطرت کا تقاضہ یہی ہے کہ یہ مل جل کر زندگی گزاریں چنانچہ صدر الاسلام کی خواتین نے بھی شرعی حدود میں رہتے ہوئے اپنی گھریلو زندگی کے ساتھ ساتھ ایک اسلامی، فلاحی اور سماجی معاشرے کی تشکیل کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔

یہاں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

اہل قبلہ میں سے جس نے سب سے پہلے رسول کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کیا وہ ایک خاتون تھیں، وہ اُم

المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں اور جنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے بعد سب سے پہلے نماد ادا کی وہ بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے نزول وحی کے بعد جب ان کے پاس آ کر خبر دی تو انہوں نے بلا تردد کہا:

''اے چچا کے بیٹے تجھے خوش خبری ہو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں خدیجہ کی جان ہے، مجھے اُمید ہے آپ اس اُمت کے نبی ہوں گے۔''۸

اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ ان خاتون کا رابطہ اپنے معاشرے سے قائم تھا اور اپنے اردگرد کے واقعات کا پورا ادراک تھا۔ جس اللہ نے محمد ﷺ کو وحی کے لئے تیار کیا تھا اسی اللہ نے وحی کے آنے کے بعد محمد ﷺ کا استقبال کرنے کے لئے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تیار کیا تھا۔ اس موقع پر جو تاریخی الفاظ انہوں نے کہے وہ ان کی عقل ودانش کی واضح دلیل ہیں۔

مسلمان خواتین کو قبول اسلام کے بعد جس عذاب سے گزرنا پڑا اور جس طرح وطن چھوڑ کر ہجرت کرنی پڑی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ان کے یہاں ایک راسخ عقیدہ تھا جس کو انہوں نے پورے شعور کے ساتھ سوچ سمجھ کر اپنے اپنے ارادے اور اختیار سے قبول کیا تھا۔ اس میں تقلید اور بیعت کا شائبہ تک نہ تھا۔ اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے ان خواتین کا تذکرہ کیا جارہا ہے جو اپنے باپ دادا، شوہروں اور عزیز واقارب سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔ حضرت اُم حبیبہ اور حضرت عارفہ رضی اللہ عنہما اپنے باپ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ عورت کے دل میں باپ کا جو مرتبہ ومقام ہوتا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ باپ بھی کیا قریش کا سردار اور اسلام کے خلاف معرکوں میں ان کا کمانڈر مگر اس معاملے میں باپ کو کوئی حیثیت نہ دی، حضرت عباس کی بیوی اُم الفضل لبابہ بن حارث اپنے شوہر سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ زینب بنت رسول اللہ ﷺ اپنے شوہر عاص بن ربیع سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوئیں اور ان کے شوہر نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ حضرت عُمر اِن کے گھر میں قرآن سننے کے بعد مسلمان ہوئے۔

تاریخی واقعات سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ پہلی مسلمان خاتون کو اس کا ادراک تھا کہ دین اور اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں اللہ نے عورتوں اور مردوں سے یکساں خطاب کیا ہے اور عورت اپنے اعمال کے بارے میں انفرادی طور پر جواب دہ ہے اور سزا و جزا کی حق دار ہے اور وہ مرد کی جواب دہی کے تابع تھیں۔

ابتدائی مرحلے میں اللہ کے رسول ﷺ انفرادی طور پر چھپ چھپ کر دین کی دعوت دیتے تھے۔ مسلمان کسی بند گھر یا کسی

خالی گھاٹی میں نماز ادا کرتے تھے جب عصر کا وقت آتا تو مسلمان ایک ایک اور دو دو ہو کر گھاٹیوں میں بکھر جاتے۔۹ اس مرحلے میں خواتین کا کردار واضح تھا۔ انہوں نے اس مرحلے کے راز کو افشا نہیں کیا۔ تین چار برس گزرنے کے بعد مسلمانوں کی تعداد چالیس سے تجاوز نہ کر سکی جبکہ اہل مکہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ خواتین کا کردار محض راز کو چھپانے تک محدود نہ تھا۔ اُم شریک رضی اللہ عنہا چوری چھپے قریش کے گھروں میں جا کر عورتوں کو اسلام کی طرف راغب کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ مکہ والوں کو خبر ہوگئی، انہوں نے انہیں پکڑ کر کہا: اگر تمہارے قبیلے کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تجھے سامان عبرت بنا دیتے لیکن ہم تجھے تیرے قبیلے کی طرف واپس بھیج دیں گے۔۱۰ اس مرحلے میں مسلمان خواتین کو اپنے دین اور عقیدے کے بارے میں اپنی ذمہ داری کا پورا احساس تھا۔ ان کو اس بات کا وہم تک نہ تھا کہ یہ ذمہ داری محض مردوں کی ہے کیونکہ وہ ان کے مقابلے میں اس بات کی قدرت رکھتے ہیں۔ انہیں اپنی قدرت اور ہمت پر پورا بھروسہ تھا۔ اسلام میں دو ہجرتیں ہیں: ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ۔ ہجرت اسلام کی دعوت کے لئے ایک ضروری سیاسی معاملہ تھا تاکہ یہ دعوت اپنے اصل مقصد تک پہنچ جائے، اسلامی ریاست کا قیام تو دور کی بات ہے مسلمانوں کے پاس نہ تو اتنی تعداد تھی اور نہ اتنا ساز و سامان جس کے برتے پر وہ مشرکین مکہ کا مقابلہ کرتے اور اللہ کی شریعت کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے۔ مکہ میں مسلمانوں پر بڑا کڑا وقت گزرا وہ مکہ میں یا تو چوری چھپے رہتے تھے یا کسی کی پناہ میں، بعثت کے دس برس بعد جب نبی پاک ﷺ طائف کے سفر سے لوٹے تو وہ مکہ میں مطعم بن عدی کی پناہ کے بغیر داخل نہ ہو سکے۔۱۱ حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت ایک سوچی سمجھی سیاسی تحریک تھی جو اللہ کی نگرانی میں پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ مقصد یہ تھا کہ دعوت اور اس کی سیاست محفوظ رہے۔

جہاد کا اصل مقصد اقامت دین اور اس کی حفاظت ہے، اور ہر اس سرکشی کا سامنا جس کا نشانہ شریعت اور اسلامی ریاست ہو۔ جہاد جمہور فقہاء کے نزدیک فرض کفایہ ہے یعنی ہر فرد اپنی وسعت کو دیکھ کر فیصلہ کرے گا کہ یہ اس کے لئے فرض کفایہ ہے کہ نہیں، خواتین کی شرکت جہاد میں واجب نہیں مگر ان کو ممانعت بھی نہیں جنگ میں خواتین کی شرکت عربوں کی قدیم روایت تھی، نبی کریم ﷺ نے عہد جاہلیت کے جنگی نظام میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ فقہا کا بھی مسلک ہے کہ اگر دشمن چڑھ دوڑے تو پھر جہاد میں کیا مرد کیا عورت، سب پر واجب ہو جاتا ہے۔ مسلمان مرد اور خواتین دین کی حفاظت کے لئے ایک لشکر کی مانند ہیں۔ عہد نبوت میں جتنے بھی غزوات ہوئے ان سب میں خواتین شریک تھیں۔ وہ زخمیوں کو اُٹھاتیں، ان کی مرہم پٹی کرتیں، ان کو پانی پلاتیں، شہداء کو مدینے پہنچاتیں اور ضرورت پڑنے پر شمشیر بہ کف دشمن کا مقابلہ کرتیں۔

غزوہ خندق کے موقع پر حفاظتی نقطۂ نظر سے خواتین کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مستحکم و مضبوط قلعے میں رکھا گیا، یہ قلعہ بنو قریظہ کی یہودی آبادی کے قریب تھا اثناء جنگ میں صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک یہودی پر نظر پڑی جو کہ قلعے کے گرد منڈلا رہا تھا، حضرت حسان رضی اللہ عنہ جسمانی کمزوری کی وجہ سے اس پر حملہ نہیں کر سکتے تھے چنانچہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے خیمے کی چوب سے اس جاسوس کو قتل کر دیا اور پھر سر کاٹ کر یہودی آبادی کی طرف پھینک دیا جس کی وجہ سے ان پر دہشت طاری ہوگئی اور انہوں نے قلعے کی طرف سے اپنے ناپاک ارادے ختم کر دیئے۔[۱۲] غزوہ اُحد میں عائشہ رضی اللہ عنہا پہلی دفعہ جہاد میں شریک ہوئی تھیں وہ ابھی کم عمر تھیں مگر انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عائشہ اور اُم سلیم بڑی تیزی سے اپنی کمروں پر مشکیزے اٹھا کر لا رہی ہیں اور زخمی مجاہدین کے منہ میں پانی ڈال رہی ہیں اور بار بار اسی طرح کر رہی ہیں۔[۱۳]

حشرج بن زیاد اپنی دادی سے نقل کرتے ہیں: وہ چھ عورتوں کے ساتھ حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر کی طرف جانے لگیں تو کسی نے یہ خبر آپ ﷺ کو پہنچائی آپ ﷺ نے ہمیں بلایا اور قدرے ناراضگی سے ہمیں دیکھا اور فرمایا تم جا کر کیا کرو گی؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم خواتین بالوں سے رسیاں بنالیں گی، اللہ کے راستے میں جانے والے مجاہدین کی مدد کریں گی، زخمیوں کی مرہم پٹی کریں گی، تیر جمع کریں گی اور پیاسے مجاہدین کو ستو پلائیں گی۔[۱۴]

اُم عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے ساتھ سات جنگوں میں شرکت کی، فرماتی ہیں کہ میں سامان کی حفاظت کرتی، کھانا پکاتی اور زخمیوں کا علاج کرتی اور مریض کی تیمارداری کرتی۔[۱۵]

اُم عمارہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے ساتھ متعدد غزوات میں شرکت کی، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ غزۂ اُحد والے دن میں جس طرف بھی دیکھتا تو اس خاتون کو اپنے اردگرد لڑتے ہوئے دیکھتا یہ میرا دفاع کر رہی تھی (اس وقت جبکہ مسلمان ظاہری شکست کا شکار ہو رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ دشمنوں کے سخت نرغے میں آ گئے تھے۔[۱۶]

مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاں میں بھی شریک ہوئیں، خود فرماتی ہیں: اس دن مجھے بارہ زخم آئے جس میں سے ایک زخم بہت گہرا تھا، اسی افراتفری میں کسی مسلمان نے آواز لگائی کہ حمراء الاسد (ایک جگہ کا نام) میں سب جمع ہو جائیں فرماتی ہیں کہ میں نے پٹی باندھ کر خون کو روکا اور اس جگہ پہنچ گئی۔[۱۷] مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد میں ان کا بیٹا شہید ہو گیا اور ان کا بازو بھی کٹ گیا۔[۱۸]

رفیدہ رضی اللہ عنہا کے خیمے میں جو کہ مسجد نبوی کے ساتھ آپ ﷺ نے خود لگوایا تھا میں جو لوگ زخمی ہو کر آتے تو وہ اسی خیمہ میں ان کا علاج کرتی تھیں۔۲۰

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عن غزوہ خندق میں زخمی ہو گئے تھے ان کا علاج بھی اسی خیمے میں ہوا تھا۔۲۱ جہاد میں خواتین کی شرکت سارے معاشرے کی حرکت کے ساتھ وابستہ تھی اور وہ انسانی ڈھانچے کی فطرت کے ساتھ ہم آہنگ تھی، خواتین کی شرکت واجب نہ تھی یہ عورت کو اختیار تھا کہ وہ اپنی قدرت کے مطابق اس میں شریک ہو۔ اس کے لئے کسی خاص عمر اور خاص خاندانی حالات کی تخصیص نہ تھی چھوٹی بڑی عمر کی، حاملہ اور غیر حاملہ اپنی استطاعت کے مطابق شریک ہو سکتی تھیں۔

عہد رسالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا، حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا بنت ملحان، حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا، حضرت سودۃ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور نجانے کتنی صحابیات تھیں جو اپنے علم وتفقہ میں نمایاں تھی اور ان کے گھر علم کے مراکز بنے ہوئے تھے۔ رسول خدا کی سینکڑوں حدیثیں، بیسیوں آیات کی تفسیریں، شریعت کے کتنے ہی احکام اور مسائل ان کے ذریعے ہم تک پہنچے جو حدیث وفقہ اور تفسیر کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: علم فقہ اور علم میراث میں ہم نے اُم المومنین سے بڑا عالم کسی کو نہیں پایا، مسروق کہتے ہیں: میں نے مشائخ وکبار کو اُم المومنین سے علم حاصل کرتے دیکھا ہے۔۲۲

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اصحاب رسول ﷺ جب کسی حدیث میں اشکال ہوتا تو وہ اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جایا کرتے تو وہ ہمیں مطمئن کر دیتیں۔۲۳

علامہ ابن قیم نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر ان کے فتاوی کو جمع کیا جائے تو ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے اور ان کے فتاوی کی یہ خصوصیت ہے کہ عموماً وہ سب متفق علیہ ہیں۔۲۴ اُم المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے اسلام عدالتی فقہ میں ماہر تھیں، صہیرہ بن جیفر حج کر کے ان کے پاس گئیں تو دیکھا کہ خواتین ان سے فقہی مسائل معلوم کر رہی ہیں، اس میں ایک مسئلہ نبیذ کے بارے میں بھی تھا صفیہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمانے لگیں: اہل عراق یہ مسئلہ بہت

کثرت سے معلوم کرتے ہیں۔[۲۵]

ایک فلاحی معاشرے کے قیام کے لئے باہمی امداد و اعانت نہایت ضروری ہے تاکہ مضبوط سماجی روابط وجود میں آسکیں، چنانچہ صدر اسلام کی خواتین کی زندگیوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو ان کا یہ باہمی تعلق بہت واضح طور پر نظر آئے گا۔ کسی غریب اور محتاج کی مدد کرنا تو ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا اُم شریک رضی اللہ عنہا کا گھر نئے اسلام لانے والوں کے لئے مہمان خانہ بنا ہوتا تھا، حتیٰ کہ ایک دفعہ تو ایسا بھی ہوا کہ فاطمہ بنت قیسی رضی اللہ عنہا کو اپنی عدت کے دن مکمل کرنے تھے، انہوں نے کسی مجبوری کی بناء پر ان کے گھر رہنے کی درخواست کی، مہمانوں کی کثرت اتنی تھی کہ اُم شریک رضی اللہ عنہا کو بے پردگی کے خوف سے منع کرنا پڑا۔[۲۶] صحابیات رضی اللہ عنہن اپنے غلاموں کے ساتھ انتہائی نرمی سے پیش آتیں، اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ایک غلام کو مکاتب بنالیا مگر کچھ عرصے بعد اس سے مقررہ مقدار سے انتہائی کم پیسے لے کر آزاد کر دیا۔[۲۷] پڑوسیوں کی خبر گیری اور ان کی مدد کرنے میں ہر وقت پیش پیش رہتی تھیں، اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کو روٹیاں بنانا نہیں آتی تھیں ان کی پڑوسن ان کو روٹی بنا کر دیا کرتی تھیں۔[۲۸]

ابتدائے اسلام میں صحابیات رضی اللہ عنہن غریبوں، مسکینوں کی اور یتیموں کی دادرسی کے لئے کمر بستہ رہا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

ترجمہ:

''میں اور یتیموں کی پرورش کرنے والے جنت میں اس قدر قریب ہوں جس قدر میری یہ دو انگلیاں ہیں''

اس لئے صحابیات یتیموں کی پرورش کو اپنا اہم مقصد سمجھتی تھیں۔

زینب رضی اللہ عنہا ایک دفعہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور پوچھنے لگیں کہ میں اپنے شوہر پر اور یتیموں پر صدقہ کروں تو کیا یہ ٹھیک ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو دوہرا ثواب ملے گا ایک قرابت کا اور دوسرا صدقے کا۔[۳۰]

اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کی وفات کے بعد ان کی اولاد کی پرورش کی۔[۳۱] قرآن کریم میں یتیموں کے مال کی حفاظت کے حوالے سے خصوصی احکام نازل ہوئے ہیں اس لئے اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا یتیموں کے مال لوگوں کو تجارت کے لئے دے دیا کرتی تھیں تاکہ اس کے ذریعے ان کے مال کو ترقی دیں۔[۳۲] حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک بوری بھیجی تو آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ بتایا گیا کہ درہم ہیں،

فرمایا: سب تقسیم کردو۔۴۳

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُم المومنین زینب رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ان کے حصے کا مال بھیجا، جب تک وہ مال اُم المومنین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ عمر پر رحم فرمائے اس مال میں میرے بجائے دوسرے زیادہ حقدار ہیں، انہیں بتایا گیا کہ یہ آپ کا ہی حصہ ہے تو فرمایا: سبحان اللہ پھر فرمایا اس پر کپڑا ڈال دو اور تھوڑا تھوڑا یتیموں اور محتاجوں میں تقسیم کردو، یہاں تک کہ کپڑے کے نیچے بالکل تھوڑا سا ہی مال رہ گیا تھا تو ان کی خادمہ برہ بنت رافع کہنے لگی کہ اس مال میں ہمارا بھی حق ہے آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ اچھا کپڑے کے نیچے جتنا بھی مال بچا ہوا ہے وہ سب تمہارا ہے، برہ فرماتی ہیں کہ اس میں صرف پچاسی درہم بچے تھے اس کے بعد زینب رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ یا اللہ! میں اپنی زندگی میں دوبارہ اس مال کو دیکھنا نہیں چاہتی چنانچہ کچھ عرصے بعد میں ان کا انتقال ہوگیا۔۴۴

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ روپے بھیجے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ تمام تقسیم فرمادیئے اگرچہ خود روزے سے تھیں خادمہ نے جب یاد دلایا تو تب تک سب کچھ تقسیم ہو چکا تھا۔۴۵

مندرجہ بالا تمام روایات سے صحابیات رضی اللہ عنہن کی دنیا سے بے رغبتی، بے کسوں سے ہمدردی اور صلہ رحمی جیسی عظیم صفات نمایاں طور پر سامنے آتی ہیں۔ کوئی بھی معاشرہ اس وقت تک انصاف پسند اور مثالی نہیں بن سکتا جب تک کہ وہاں لوگوں کو اپنی بات کہنے کا آزادانہ حق حاصل نہ ہو۔ قرون اول میں جب کبھی خواتین کو کوئی مسئلہ پیش آیا تو انہوں نے اس کے ازالے کے لئے اپنی آواز بلند کی اور ہمیشہ ان کی رائے کو احترام سے سنا گیا اور ان کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی گئی۔

ایک خاتون آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے، وہ صحابیہ کہنے لگیں، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں آپ کے پاس عورتوں کی طرف سے قاصد (ترجمان) بن کر آئی ہوں، بے شک اللہ عزوجل نے آپ کو تمام انسانوں کی طرف بھیجا ہے ہم عورتیں بھی آپ پر اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائی ہیں، ہم عورتیں اپنے گھروں میں رہتی ہیں، مردوں کے کام کرتی ہیں، ان کی اولاد سنبھالتی ہیں، جبکہ مرد نماز باجماعت میں شریک ہوتے ہیں، جمعہ میں شرکت کرتے ہیں، مریضوں کی عیادت کرتے ہیں، جنازوں میں حاضری دیتے ہیں، پے در پے حج کرتے ہیں، سب سے بڑھ کر یہ کہ مرد جہاد کے لئے نکلتے ہیں ان سب کاموں کی وجہ سے مرد حضرات (اعمال صالحہ میں) ہم پر فضیلت رکھتے

ہیں، جبکہ مردوں میں سے کوئی حج یا جہاد کے لئے نکلتا ہے تو ہم عورتیں ان کے اموال کی حفاظت کرتی ہیں، ان کے بچوں کو پالتی ہیں اوران کے کپڑے بناتی ہیں تو کیا اب ہم ان اعمال کے اجر وثواب میں شریک نہیں ہوسکتیں؟

ان کی یہ باتیں سن کر نبی اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم نے کبھی اس عورت سے بہتر گفتگو کرنے والی کوئی عورت دیکھی؟ آپ ﷺ کے اصحاب نے فرمایا: یارسول اللہ! ہم نہیں جانتے کہ اس سے بہتر انداز سے کوئی عورت ان مسائل میں بات کرسکتی ہو، پھر آپ ﷺ اس قاصدہ عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے خاتون! اس بات کو خوب سمجھ لو اور ان عورتوں کو بھی بتادو جن کی تم قاصد ہو کہ عورت کا اپنے شوہر کی مکمل اطاعت کرنا اوراس کی رضامندی کی جستجو کرنا اوراس کی (جائز باتوں میں اس کی) موافقت کرنا ان تمام (اعمال صالحہ کے) اجر وثواب کے برابر ہوجائے گا، وہ عورت (خوشی خوشی) لا الہ الا اللہ کا ورد کرتی ہوئی چلی گئی۔[۳۶]

ایک خاتون نے خود آپ ﷺ سے ایک دفعہ درخواست کی کہ آپ کی مجلس میں زیادہ تر مرد آتے ہیں، ہمارے لئے بھی ایک دن مقرر فرمائیں جس میں آپ ہمیں وعظ ونصیحت کریں اور دین کی تعلیم دیں، آپ ﷺ نے ان کے لئے ایک دن مقرر فرمایا جس میں انہیں تعلیم دیا کرتے۔[۳۷]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں مہر کی مقدار چار سو درہم مقرر فرمادی اور فرمایا کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام چار سو درہم مہر دیا کرتے تھے۔ ایک قریشی عورت نے اعتراض کیا اور فرمانے لگیں کہ کیا تم نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی۔

ترجمہ:

''اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانا چاہو اور ان میں سے کسی ایک کو خزانہ بھی دیا ہو۔''

(النساء:۲۰)

اب اگر مہر میں کوئی خزانہ بھی دینا چاہے تو آپ کیوں روک رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: یا اللہ! مجھے معاف فرما، لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں پھر فرمایا کہ جتنا چاہے مہر مقرر کرلو۔[۳۸]

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ جس طرح قرآن میں مردوں کا ذکر ہے اس طرح عورتوں کا ذکر کیوں نہیں ہے[۳۹] (غالباً اس وقت عورتوں سے متعلق صراحتاً یا کنایتاً کوئی آیت نازل نہیں ہوئی ہوگی) اس کے بعد سورۃ احزاب

کی آیت نمبر ۳۵ نازل ہوئی جس میں اس بات کا واضح ذکر ہے کہ بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں اللہ نے ان سب کی مغفرت کردی۔

تمام صحابیات رسول اللہ ﷺ کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب سمجھتی تھیں، لیکن جب آپ ﷺ نے اُم ہانی رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے معذرت کی اور فرمانے لگیں: یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے اپنی آنکھوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں لیکن شوہر کا حق بہت زیادہ ہے اس لئے مجھے خوف ہے کہ اگر شوہر کے حقوق ادا کروں تو سابقہ شوہر کے بچوں سے غفلت ہوگی اور اگر بچوں کی پرورش میں مصروف رہوں تو شوہر کے حقوق ادا نہیں کرسکوں گی۔۴۰ اس واقعہ میں آپ ﷺ نے اختیاری انداز میں پوچھا تھا لہٰذا اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے بھی اپنی حالت کے موافق جواب دیا۔

ان تمام باتوں سے عورتوں کی احساس ذمہ داری اوران کی مرضی کے احترام کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

تمام صحابیات رضی اللہ عنہن سماجی خدمات کے جذبے کے تحت حدود شرع میں رہتے ہوئے صحت عامہ، علاج ومعالجہ اور صفائی ستھرائی کے کاموں میں بھر پور حصہ لیتی تھیں، جو صحابیات طبیبہ (ڈاکٹر) کے طور پر مشہور تھیں ان میں شفاء بنت عبداللہ قریشیہ، رفیدہ اسلمیہ اور اُم عطیہ رضی اللہ عنہن وغیرہ کے نام آتے ہیں۔ شفاء رضی اللہ عنہا قبل اسلام سے ہی دیسی طرز کا علاج کیا کرتی تھیں، اسلام قبول کرنے کے بعد بھی وہ حضور ﷺ کے اجازت سے علاج کرتی رہیں۔۴۱

آپ ﷺ کے حکم پر انہوں نے اُم المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو نملہ بیماری کا علاج بھی سکھایا۔۴۲ حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ طب کا ماہر کسی کو نہیں پایا۔۴۳

عروہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کا اشعار کہنا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر کی بیٹی ہونا تو سب کو معلوم ہے لیکن علم طب سے آپ کو کیسے واقفیت ہوئی؟ آپ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ حضور ﷺ آخری عمر میں بیمار رہا کرتے تھے، آپ ﷺ کے علاج کے لئے اطباء عرب آیا کرتے تھے جو نسخہ وہ بتاتے تھے وہ میں یاد کرلیتی تھی اوراس کے مطابق علاج کرتی تھی۔۴۴

حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی، میں مجاہدین کے عقب میں خیموں میں رہتی تھی۔ مجاہدین کے لئے کھانا تیار کرتی، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور بیماروں کی عیادت کرتی۔۴۵

رفیدہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے مسجد نبوی کے قریب (با قاعدہ) خیمہ لگوا کر دیا تھا تا کہ وہ زخمیوں کا علاج کر سکیں۔ [۴۶]

ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بھی حضور ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہو کر زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور شہداء کے جسد خاکی کو مدینہ بھیجنے کا انتظام کرتیں۔ [۴۷] صحابیات کا مسلمانوں کی اجتماعی مقامات کو صاف ستھرا رکھنے کا جذبہ مندرجہ ذیل روایات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

ایک بار مسجد نبوی میں کسی نے تھوک دیا، حضور ﷺ نے دیکھا تو اس قدر برہم ہوئے کہ چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا، ایک انصاری صحابیہ اٹھیں اور اس کو صاف کر دیا اور اس جگہ خوشبو لگائی، آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور تعریف کی۔ [۴۸] ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں، آپ ﷺ نے ان کے اس کام کی نہایت قدر فرمائی، جب ان کا انتقال ہو گیا تو صحابہ کرام نے انہیں رات میں ہی تجہیز و تکفین کر کے دفنا دیا، جب حضور ﷺ کو اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ مجھے کیوں خبر نہ دی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم بولے: آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے، ہم نے تکلیف دینا گوارا نہ کیا، آپ ﷺ ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھی۔ [۴۹]

ایک کامیاب سوشل ورکر اپنے ملک کو معاشی اور سماجی طور پر مضبوط بنانے کے لئے روزگار کے مواقع پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور معاشی سرگرمیوں میں بذاتِ خود بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے، جب معاشرے کا ہر فرد اپنی استطاعت کے مطابق ملک کے اقتصادی پہیے کو گھمائے گا تو ملک لامحالہ ترقی کرے گا اور بے روزگاری کا خاتمہ ہو جائے گا، غربت و افلاس کا خاتمہ ہو گا نتیجتاً ملک میں خوشحالی اور امن وسکون کی فضا پیدا ہو گی۔

صحابیات رضوان اللہ علیہن نے بھی تجارتی اور معاشرتی سرگرمیوں میں بھر مقدور میں حصہ لیا، اس سلسلے میں سب سے زیادہ ممتاز نام اُم المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ملتا ہے جو کہ عرب کی مشہور تاجرہ تھیں۔ ان کا تجارتی مال ملک شام سے برآمد ہوتا تھا، خود نبی کریم ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے مشورے پر عقد نکاح سے قبل خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تجارتی سامان لے کر ملک شام کے علاقے نقریٰ تشریف لے گئے، اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ بھی تھے، آپ ﷺ کی امانت، دیانت اور صداقت کی شہرت سن کر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو دگنا معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا، جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو اس سال کا تجارتی نفع گزشتہ کئی سالوں سے دگنا تھا۔ [۵۰]

انصاری صحابیات کاشت کاری کیا کرتی تھیں، مہاجر صحابیات میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ وعنہن کا بھی یہی مشغلہ تھا۔۵۱؎ حولاء، ملیکہ، ثقفیہ اور بنت مخر بہ رضی اللہ عنہن عطر کا کاروبار کیا کرتی تھیں۔۵۲؎ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ سے کام کرتیں اور حاصل ہونے والی رقم مساکین پر خرچ کر دیا کرتیں۔۵۳؎

خلاصہ

ان تمام تر باتوں اور واقعات کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کو اسلام نے جو رُتبہ دیا ہے وہ کسی طور پر بھی مرد سے کم نہیں ہے اور اس کو ہر شعبے میں کام کی اجازت ہے مگر شرط صرف ایک عائد کر دی کہ کہیں بھی اسلام کے دائرے سے نہیں نکلنا کیونکہ عورت کو یہ مقام جو حاصل ہوا ہے، اسلام کی وجہ سے ہوا ہے لہٰذا اگر عورت اسلام کو چھوڑتی ہے تو وہ ذلت اور گمراہیوں کی ان پستیوں میں جا پڑے گی جہاں سے اسلام اس کو نکال کر لایا ہے۔ اسلام چونکہ ایک فطری دین ہے اور اس میں فطرتِ انسانی اور اس کے مزاج و خصائل کی بھرپور رعایت کی گئی ہے اسی لئے اسلام مسلمان مرد و عورت دونوں سے اس کا متقاضی ہے کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں اپنا مطلوبہ کردار ادا کریں۔ چونکہ عورت کی فطرت میں ماں بننے، بچے کی دیکھ بھال اور پرورش و پرداخت شامل ہے۔ بچے کے مستقبل کو استوار کرنا اور سنوارنا اس کا فریضۂ حیات ہے اس لئے لازمی طور پر معاشرے کے جتنے بھی مسائل ہوں خواہ ان کا تعلق سماجی مسائل سے ہو یا معاشی میدان سے یا سیاسی شعبہ سے ان سب میں عورت کو اپنا فطری کردار ادا کرنے میں اسلام نے کہیں روکاوٹ کھڑی نہیں کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سباعی: ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی، المراہ بین الفقہ والقانون، دارالوراق للنشر والتوزیع، بیروت طبع ۲۰۱۲ء، ۱۵، ۱۶۔
۲۔ ایضاً، ۱۷، مزید تفصیل ستھیارتھ پرکاش باب نمبر ۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔
۳۔ ایضاً، ۱۹، ۲۰۔
۴۔ عثمانی: مفتی محمد شفیع عثمانی، معارف القرآن، ادارہ المعارف کراچی، جون ۲۰۰۵ء، ۱/ ۵۴۹۔
۵۔ ایضاً، ۲۱۱۔

۶۔ بحوالہ مفتی محمد اسماعیل طورو، حوا کے نام، دارالافتاء جامعہ اسلامیہ صدر، راولپنڈی، ۵۶۔

۷۔ بحوالہ مفتی محمد اسماعیل طورو، حوا کے نام، دارالافتاء جامعہ اسلامیہ صدر، راولپنڈی، ۵۵۔

۸۔ ابن ہشام: عبدالملک بن ہشام بن ایوب، السیر ۃ النبویہ، مصطفیٰ البابی حلبی، طبع ۱۹۵۵ء، ۱/ ۲۳۷۔

۹۔ بلاذری: احمد بن یحییٰ بن جابر بن داود البلاذُری، انساب الاشراف، دارالفکر بیروت، طبع ۱۹۹۱ء، ۱/ ۱۱۶۔

۱۰۔ ابن حجر: ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، طبع ۱۴۱۵ھ، دارالکتب العلمیہ، ۸/ ۴۱۷۔

۱۱۔ سعید بن علی بن وہف القحطانی، رحمۃ اللعالمین محمد رسول اللہ سید الناس اجمعین نبی الرحمۃ، مطبعۃ سفیر، الریاض، طبع ۲۰۱۲ء، ۲۲۶۔

۱۲۔ ابن الاثیر، ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی الجزری، عزالدین ابن الاثیر، اسد الغابہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع ۱۹۹۴ء، ۷/ ۷۰۶۷، ۱۷۱۔

۱۳۔ بخاری: محمد بن اسماعلی بخاری، صحیح بخاری، دارطوق النجاۃ دمشق، طبع ۱۴۲۲ھ ۴/ ۳۳، ۲۸۸۰۔

۱۴۔ ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی، السنن، المکتبہ العصریۃ، صیدا، ۳/ ۲۹۷۴ ۲۲۷۔

۱۵۔ ابن ماجہ: ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، داراحیاء الکتب العربیۃ، بیروت، طبع ۱۴۱۸ھ ۲/ ۹۵۲، ۲۸۵۶۔

۱۶۔ السیوطی: عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی، جامع الاحادیث، طبع ۲۰۰۲ء مسند عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔ ۲۵/ ۲۹۴/ ۲۸۰۰۔

۱۷۔ ابن الاثیر، ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی الجزری، عزالدین ابن الاثیر، اسد الغابہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع ۱۹۹۴ء، ۶/ ۷۵۴۳، ۳۷۱۔

۱۸۔ ابن حجر: ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، بیروت، طبع ۱۴۱۵ھ دارالکتب العلمیہ، ۸/ ۴۴۱، ۱۲۱۸۲۔

۱۹۔ بخاری: محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، دارطوق النجاۃ، دمشق، طبع ۱۴۲۲ء، ۹/ ۳۴، ۲۰۰۱، ۷۰۰۲۔
۲۰۔ ابن حنبل: احمد بن حنبل مسند الامام احمد بن حنبل، مؤسسہ الرسالہ، طبع ۲۰۰۱ء، ۴۰/ ۳۳۶، ۲۴۹۴۔
۲۱۔ ابن الاثیر، ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبداواحد الشیبانی الجزری، عزالدین ابن الاثیر، اسد الغابہ، دارالکتب العلمیہ، طبع ۱۹۹۴ء، ۲/ ۲۰۴۶، ۴۶۱۔
۲۲۔ الزرقانی: ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن شہاب الدین بن محمد الزرقانی المالکی، شرح الزرقانی علی مواہب مکتبہ الثقافۃ الدینیۃ القاہرہ، طبع ۲۰۰۳ء، ۳/ ۲۶۷۔
۲۳۔ الترمذی: محمد بن عیسی بن سورہ بن موسی بن الضحاک، الترمذی، ابوعیسی، سنن، شرکۃ مکتبہ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی - مصر، طبع ۱۹۷۵ء، کتاب المناقب ۵/ ۷۰۵، ۳۸۸۳۔
۲۴۔ ابن القیم، محمد بن ابی بکر بن ایوب ابن القیم الجوزی، اعلام الموقعین، دارالکتب العلمیہ، بیروت طبع ۱۹۹۱ء ۱/ ۱۱۔
۲۵۔ ابن حنبل: احمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، طبع ۲۰۰۱ء، ۴۴/ ۴۳۴، ۲۶۸۶۵۔
۲۶۔ مسلم: مسلم بن الحجاج ابوالحسن القشیر ی النیسابوری، صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۲/ ۱۱۱۵ حدیث نمبر: ۱۴۸۰۔
۲۷۔ ابن سعد: ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الغدادی المعروف بابن سعد، طبقات ابن سعد، دارصادر- بیروت، طبع ۱۹۶۸ء تذکرہ نصاح بن سرخس-۵/ ۲۹۷۔
۲۸۔ مسلم: مسلم بن الحجاج ابوالحسن القشیر ی النیسابوری، صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۴/ ۱۷۱۶، ۲۱۸۲۔
۲۹۔ ایضاً، ۴/ ۲۲۸۷، ۲۹۸۳۔
۳۰۔ بخاری: محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، دارطوق النجاۃ، دمشق، طبع ۱۴۲۲ھ، ۲/ ۱۴۶۶، ۱۲۱۔
۳۱۔ مالک: مالک بن انس، مؤطا مالک، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۲/ ۹۰۴، ۶۔
۳۲۔ ایضاً۔
۳۳۔ ابن سعد: ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الغدادی المعروف بابن سعد، طبقات ابن سعد، دارصادر- بیروت، طبع ۱۹۶۸ء، ۸/ ۵۶۔

۳۴۔ ایضاً۔

۳۵۔ الحاکم: ابوعبداللہ الحاکم محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم بن الحکم النیسابوری، المستدرک، دارالکتب العلمیہ بیروت، طبع ۱۹۹۰ء، ۴/ ۱۵، ۶۷۴۵۔

۳۶۔ کحالہ: عمر رضا کحالہ، اعلام النساء، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع ۲۰۱۰ء، ۱/ ۶۶۔

۳۷۔ بخاری، جامع الصحیح۔ دارطوق النجاۃ، دمشق، طبع ۱۴۲۲ھ، ۱/ ۳۲، حدیث نمبر ۱۰۱۔

۳۸۔ بیہقی: سنن الکبری، احمد بن الحسین بن علی بن موسی الخسر وجردی اخراسانی، ابوبکر البیہقی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع ۲۰۰۳ء، ۷/ ۳۸۰، ۱۴۳۳۶۔

۳۹۔ ابن حنبل: احمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، موسہ الرسالہ، ۴۴/ ۱۹۹، ۲۶۵۷۵۔

۴۰۔ ابن سعد: ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع البغدادی المعروف بابن سعد، طبقات ابن سعد، دارصادر، بیروت، طبع ۱۹۶۸ء، ۸/ ۱۵۲۔

۴۱۔ ابن حجر: الاصابہ فی تمیز الصحابہ، دارالکتب العلمیہ: بیروت، طبع ۱۴۱۵ھ، ۸/ ۲۰۲، ۱۱۳۷۹۔

۴۲۔ ایضاً، ۸/ ۲۰۲، ۱۱۳۷۹۔

۴۳۔ ایضاً، ۸/ ۱۱۴۶۱، ۲۳۳۔

۴۴۔ الذہبی: تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، دارالغرب الاسلامی، بیروت، طبع ۱۹۹۳ء، ۲/ ۵۰۷، ۴۳۔

۴۵۔ ابن ماجۃ: ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، ادار احیاء الکتب العربی، بیروت، طبع ۱۴۱۸ھ، ۱/ ۲/ ۹۵۲، ۲۸۵۶۔

۴۶۔ ابن حنبل: احمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، موسہ الرسالۃ، بیروت، طبع ۲۰۰۱ء، ۴۰/ ۳۳۶، ۲۴۲۹۴۔

۴۷۔ بخاری: محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، دارطوق النجاۃ، دمشق، طبع ۱۴۲۲ھ، ۷/ ۱۲۲، ۵۶۷۹۔

۴۸۔ النسائی: ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی النسائی، سنن نسائی، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب، طبع ۱۹۸۶ء، ۲/ ۴۲۸، ۵۲۔

۴۹۔ ابن ماجۃ: ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، دار احیاء الکتب العربیۃ، بیروت، طبع ۱۴۱۸ھ، ۱/ ۴۹۰،

۱۵۳۳۔

۵۰۔ ابن سعد: ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع البغدادی المعروف بابن سعد، طبقات ابن سعد، دار صادر، طبع ۱۹۶۸ء، ۱۳۰/۱۔

۵۱۔ بخاری: محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، دار طوق النجاۃ، دمشق، طبع ۱۴۲۲ھ، ۱۲۲/۷، ۵۶۷۹۔

۵۲۔ ابن الاثیر: اسد الغابہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع ۱۹۹۴ء، ۷۷/۷، ۷۲۹۶۷، ۲۶۰، ابن حجر: الاصابہ فی تمیز الصحابہ، دار الکتب العلمیہ، ۸/۷۱۷، ۱۰۸۱۳۔

۵۳۔ ابن الاثیر: اسد الغابہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع ۱۹۹۴ء، ۷/۷۱۷، ۱۰۸۱۳۔

ڈاکٹر محمد ندیم اللہ، بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ سماجی بہبود، جامعہ کراچی میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر محمد فیصل ضیاء، بحیثیت ریسرچ ایسوسی ایٹ شعبہ سماجی بہبود، جامعہ کراچی میں خدمات انجام دے رہیں۔

ڈاکٹر مصباح بی بی قریشی، بحیثیت ڈائریکٹر ویمن ڈیولپمنٹ ڈیپارٹمنٹ، جامعہ سندھ جامشورو میں خدمات انجام دے رہی ہیں۔